تفسیر:۔لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کی بجا آوری کی انسان میں طاقت نہ ہو۔ یا اس کی استعداد اور قابلیت سے بالا ہو۔ پس جبکہ اس کی طرف سے ہمیشہ ایسے ہی احکام نازل ہوتے ہیں جن پر عمل انسانی مقدرت سے باہر نہیں ہوتا تو لازماً سب ذمہ داری انسان پر ہی عائد ہوتی ہے اور انعاماتِ الٰہیہ کا بھی وہی مستحق ٹھہرتا ہے اور عدم تعمیل کی بنا پر سزا کا بھی وہی مستحق قرار پاتا ہے اسی لئے آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ۔ یعنی انسان اگر اچھا عمل کرے گا تو اس کا فائدہ بھی اسے ہی پہنچے گا۔ اور اگر بُرا کام کرے گا تو اس کا نقصان بھی اسے ہی ہوگا۔

ضمناً اس آیت میں اس مضمون کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جو کام اس زمانہ میں اُمتِ محمدیہ کے سپرد ہؤا ہے وہ اس کی طاقت اور قابلیت کے عین مطابق ہے اور ایک دن وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دنیا کو دکھادے گی کہ وہ اس منصب کی سب سے زیادہ اہل تھی۔ اگر یہی کام پہلے کسی نبی کی اُمت کو کرنا پڑتا تو وہ اسے کبھی سرانجام نہ دے سکتی۔

(۲) اس آیت میں اسلام کی اس فضیلت کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے تمام احکام میں انسان کی کمزوریوں اور ضروریات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ایسی لچک رکھی گئی ہے کہ ہر حالت میں وہ ان پر عمل کرسکتا ہے۔ مگر باقی مذاہب اپنی تعلیم میں یا تو افراط کی طرف چلے گئے ہیں یا تفریط کی طرف اور اس طرح وہ اپنے حقیقی توازن کو کھو بیٹھے ہیں۔ اور قلوب پر ان کی حکومت جاتی رہی ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جو فطرتِ انسانی کے مطابق تعلیم دینے کی وجہ سے انسان کے دل پر حکمرانی کر رہا ہے۔

(۳) اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ جب تم کو تمام احکام تمہاری طاقت اور قابلیت کے مطابق دیئے گئے ہیں اور تم پر کوئی ناقابلِ برداشت بوجھ نہیں ڈالا گیا تو اب تمہارا فرض ہے کہ تم بھی دیانت داری کے ساتھ ان احکام پر ایسا عمل کرو جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے۔

(۴) اس آیت میں کفارہ کا بھی رد کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ گناہوں سے بچنا انسانی مقدرت سے بالا نہیں بلکہ ہر انسان کے اندر ایسی طاقت رکھی گئی ہے کہ وہ اگر گناہوں پر غالب آنا چاہے تو آسکتا ہے۔ پس اس کی نجات کے لئے کسی کفارہ کی ضرورت نہیں بلکہ انسان کو خود اپنے فطری قویٰ کو ابھارنے اور ان سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ میں بتایا کہ ہم نے یہ قانون مقرر کردیا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام کرے گا تو اُسے اُس کا فائدہ پہنچے گا اور کوئی بُرا کام کرے گا تو اُس کا نقصان بھی اُسے ہی پہنچے گا۔ کسب اور اکتساب میں یہ فرق ہے کہ کسب کی نسبت اکتساب میں زیادہ محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے پس نیکی کے متعلق کسب اور بدی کے متعلق اکتساب کا لفظ رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نیکی ایک فطری چیز ہے جس پر عمل انسان کے لئے کوئی بوجھ نہیں ہوتا لیکن بدی ایک غیر فطری چیز ہے جو اخلاقی قوتوں کو برمحل استعمال نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس کے مُرتکِب کو ایسے رستہ پر چلنا پڑتا ہے جو اس کے لئے تکلیف اور اذیّت کا باعث بنتا ہے۔

پھر ان الفاظ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نیکی تو ہر حال میں قابلِ جزا ہے۔ لیکن بدیوں میں سے صرف اس بدی کی سزا ملے گی جس میں اکتساب کا رنگ پایا جائے گا۔ یعنی قصداً اور ارادتاً اس کا ارتکاب کیا جائیگا۔

اِس کے بعد تزکیۂ نفس کیلئے اللہ تعالیٰ مومنوں کو بعض خاص دُعائیں سکھلاتا ہے کیونکہ دُعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھتا ہے۔ اور دُعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اس کی قدرتوں پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ دُعا جو اللہ تعالیٰ خود سکھائے اُسکی قبولیت میں تو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارے مومن بندے ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا۔ اے ہمارے رب! اگر ہم کبھی بھول جائیں یا کوئی خطا ہم سے سرزد ہوجائے تو ہمیں سزا نہ دیجیو بلکہ ہم سے رحم اور عفو کا سلوک کیجیو۔ بھول جانے کے معنے یہ ہیں کہ کوئی کام کرنا ضروری ہو مگر نہ کیا جائے اور خطا کے یہ معنے ہیں کہ کام تو کیا جائے مگر غلط کیا جائے۔ بعض لوگ اس بحث میں پڑ گئے ہیں کہ نسیان اور خطا دو ہم معنے لفظ یہاں کیوں لائے گئے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ دنیا میں تمام کام دو قسم کے ہوتے ہیں کوئی کام تو ایسے ہوتے ہیں جو کرنے ضروری ہوتے ہیں مگر انسان نہیں کرتا۔ اور کوئی کام ایسے ہوتے ہیں جو انسان کرتا تو ہے مگر غلط طور پر کرتا ہے اور یہ دونوں ہی غلطیاں ہوتی ہیں۔ نسیان کے معنے بھول جانے کے ہیں اور بھولنا کرنے کے متعلق ہوتا ہے نہ کرنے کے متعلق نہیں ہوتا۔ پس لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ کے معنے یہ ہوئے کہ خدایا ایسا نہ ہو کہ جو کام ہمارے لئے کرنے ضروری ہیں وہ ہم نہ کریں اور اس طرح ہم ترقی سے محروم ہوجائیں۔ پس تو ہماری حفاظت فرما۔ اور ہمیں اس غلطی سے محفوظ رکھ۔ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا اور یا الٰہی یہ بھی نہ ہو کہ جو کام ہمیں نہیں کرنا چاہئیں وہ ہم کرلیں یا ہم کریں تو وہی جو ہمیں کرنا چاہئے مگر غلط طریق پر کریں۔ پس نسیان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کام کرنے تھے

وہ انسان سے رہ جائیں اور خطا کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کام نہیں کرنے چاہئے تھے وہ کر لئے جائیں یا جن کاموں کا کرنا ضروری تھا وہ غلط طور پر کئے جائیں۔ غرض نسیان عدم عمل کا نام ہے اور خطا عمل کی خرابی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے یہاں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ پس ان میں سے کوئی لفظ بھی زائد نہیں بلکہ ہر لفظ اپنی اپنی جگہ ضروری ہے۔ نسیان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آدمؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ آیت ۱۱۶) یعنی آدمؑ بھول گیا لیکن ہم نے بھی دیکھ لیا کہ اس کے دل میں ہمارا حکم توڑنے کے متعلق کوئی ارادہ نہ تھا۔

پھر فرماتا ہے۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ یعنی مومن یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم پر اس طرح ذمہ داری نہ ڈالیو۔ جس طرح تو نے ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں ڈالی تھی۔ اِصْرٌ کے ایک معنے چونکہ گناہ کے ہیں اس لئے اس دعا کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اے خدا تو ہم پر اس طرح گناہ نہ ڈال جس طرح تو نے پہلی قوموں پر ڈالا۔ یعنی ہمیں ان اعمال سے اپنے فضل سے محفوظ رکھ جن کے نتیجہ میں ہماری طرف گناہ منسوب ہوں۔ اور دنیا میں ہمیں ظالم اور روسیاہ قرار دیا جائے اور طرح طرح کے عیوب ہماری طرف منسوب کئے جائیں جیسا کہ پہلی قوموں کے ساتھ ہوا۔ اِصْرٌ کے دوسرے معنے عَهْدٌ کے ہیں اس لحاظ سے لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا کے معنے یہ ہیں کہ الٰہی ہم سے کوئی ایسا عہد نہ لیجیو جس کو توڑ کر ہم تیری سزا کے مستوجب ہوں جس طرح پہلی قومیں سزا کی مستوجب ہوئیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عہد لینا بری چیز تھی تو پھر دوسری اُمتوں سے کیوں لئے گئے۔ اور اگر اچھی چیز ہے تو اس اُمت سے کیوں نہ لیا جائے۔ بلکہ اس کے کامل اُمت ہونے کی وجہ سے تو ضروری ہے کہ اس کے ہر فرد سے عہد لیا جائے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ہم سے کوئی عہد ہی نہ لیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ! آپ ہم سے جو عہد لیں اُس کے متعلق ہمیں توفیق بھی عطا فرمائیں کہ ہم اس کے مطابق عمل کریں اور پہلی قوموں کی طرح عہد شکن اور غدّار قرار نہ پائیں۔ گویا یہ دعا عہد سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ عہد کی ذمّہ داریوں پر باحسن طریق عمل پیرا ہونے کے لئے ہے۔ اِصْرٌ کے ایک معنے بوجھ کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کے معنے یہ ہیں کہ اے ہمارے ربّ! تو ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر بوجھ ڈالا۔

دوسری دعا یہ سکھلائی کہ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ اے خدا! ایسا نہ ہو کہ قصور تو ہمارے ہمسایہ کا ہو اور سزا ہمیں مل جائے۔ یا قصور دنیا کا ہو اور اُس کی مصیبت کا اثر ہم پر آ پڑے مگر یہاں ایک شرط بڑھا دی اور وہ یہ ہے کہ مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ اس شرط کو اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ یہاں ناراضگی کا سوال نہیں بلکہ دنیوی مصائب اور ابتلاؤں کا ذکر ہے ناراضگی بیشک چھوٹی بھی برداشت نہیں ہوسکتی مگر چھوٹی تکلیف برداشت کر لی جاتی ہے۔ پس جہاں روحانی سزا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذکر تھا وہاں تو یہ دعا سکھلائی کہ ہم میں تیری کسی ناراضگی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں وہ ناراضگی چھوٹی ہو یا بڑی مگر جب دنیوی تکالیف کا ذکر آیا تو یہ دعا سکھلائی کہ چھوٹے موٹے ابتلاؤں پر مجھے اعتراض نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرا قدم ہمیشہ پھولوں کی سیج پر رہے۔ البتہ وہ ابتلاء جو تیری ناراضگی کا موجب نہیں اور جو دنیا میں عام طور پر آیا ہی کرتے ہیں۔ اُن کے متعلق میری صرف اتنی درخواست ہے، کہ کوئی ابتلاء ایسا نہ ہو جو میری طاقت سے بالا ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ مومن ایسے ابتلاء خود چاہتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے چونکہ بتایا ہوا ہے کہ میں مومنوں کا امتحان لیا کرتا ہوں اس لئے مومن یہ نہیں کہتا کہ خدایا میرا امتحان نہ لے بلکہ وہ کہتا ہے خدایا امتحان تو لیجیو مگر ایسا نہ لیجیو کہ میری طاقت سے بڑھ کر ہو۔

غرض جو حصہ ناراضگی کا تھا وہاں تو کہہ دیا کہ میں ذرا سی ناراضگی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ مگر جہاں دنیوی تکالیف اور ابتلاؤں کا ذکر تھا وہاں کہہ دیا کہ خدایا! تکالیف تو آئیں مگر ایسی نہ ہوں جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہوں۔

پھر فرمایا وَاعْفُ عَنَّا۔ اے خدا ہم سے عفو کر۔ یہ نَسِيْنَا کے مقابلہ میں ہے۔ یعنی جو کام ہمیں کرنے چاہئے تھے چونکہ ہم نے نہیں کئے اس لئے ہمیں تو معاف فرمادے۔

وَاغْفِرْ لَنَا اور جو غلط کام ہم کر چکے ہیں اُن کے خمیازہ سے ہمیں بچالے اور ان کاموں کو نہ کئے کی طرح کر دے۔ عفو کے معنے رحم کے بھی ہوتے ہیں اور جو چیز کسی انسان سے رہ جائے اس کا ازالہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ وہ مہیّا کر دی جائے۔ اس لئے وَاعْفُ عَنَّا کے یہ بھی معنے ہیں کہ جو چیز رہ گئی ہے اس کو تو اپنے فضل اور رحم سے ہمیں مہیّا فرمادے۔ اس کے مقابلہ میں جو کام غلط ہو جائے اس کی درستی اسی طرح ہوسکتی ہے کہ اس کو مٹا دیا جائے۔ چنانچہ اَخْطَاْنَا کے مقابلہ میں اِغْفِرْ لَنَا رکھ دیا۔ اور غفر کے معنے عربی زبان میں مٹا دینے کے ہی ہوتے ہیں۔ پس اس کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا جو کام ہم غلط طور پر کر چکے ہیں ان کو مٹا دے اور انھیں نہ کئے کی طرح کر دے۔ گویا ایک طرف تو یہ کہہ دیا کہ جو کام ہم نے نہیں کیا اور اس طرح رخنہ واقع ہوگیا ہے اُس رخنہ کو تُو اپنے فضل سے پُر کر دے اور دوسری طرف یہ کہہ دیا کہ جو کام ہم غلط طور پر کر چکے ہیں اُن کو تو مٹا ڈال۔

وَارۡحَمۡنَا پھراس کام کے نتیجہ میں ہم سے جواور غلطیاں ہوئی ہیں اور جن ترقیات کے حصول میں روک واقع ہوگئی ہے اُن غلطیوں کے متعلق بھی ہم پر رحم فرما۔اور ہماری ترقیات کے راستہ میں جو روکیں حائل ہوگئی ہیں اُن کو اپنے فضل سے دُور کردے۔

اَنۡتَ مَوۡلٰنَا تو ہمارا مولیٰ ہمارا آقا اور ہمارا مالِک ہے۔آخر ہماری کمزوریاں کسی نہ کسی رنگ میں لوگوں نے تیری طرف ہی منسوب کرنی ہیں۔لوگوں نے یہی کہنا ہے کہ یہ خدائی جماعت کہلاتی تھی مگر اُسے بھی دُکھ پہنچا۔اور اُسے بھی دوسروں کی طرح تکلیف ہوئی۔پس اے ہمارے مولیٰ تو ہمارا آقا ہے۔اور ہم تیرے خادِم۔تو آقا ہونے کے لحاظ سے ہم پر رحم کر کیونکہ ہماری کمزوریاں آخر تیری طرف ہی منسوب ہوں گی اور لوگ ہدایت سے محروم ہو جائیں گے۔

آخر میں یہ تعلیم دی کہ تم خداتعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتے رہو کہ فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ یعنی اے خدا ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔ہم بے بس اور کمزور ہیں لیکن ہمارا دشمن طاقتور اور تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ہمارا غلبہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ تو ہمارے ساتھ ہو۔اور اپنے رحم اور کرم سے کام لے کر ہمارے ایک ایک آدمی کے اندر ایسی روح پھونک دے کہ وہ سوسو بلکہ ہزار ہزار مخالف پر بھی بھاری ہو اگر تو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرمادے تو ہم بچ سکتے ہیں ورنہ ہمارے بچاؤ کی اور کوئی صورت نہیں۔پس اے ہمارے ربّ! جو لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جن سے اسلام کی ترقی میں روک واقع ہوتی ہے اُن پر تو ہمیں غالب کر اور ایسے سامان پیدا فرما جو تیری تبلیغ اور تیرے نام کو دنیا میں پھیلانے کا باعث ہوں۔پھر یہ دعا صرف مادی غلبہ کے لئے ہی نہیں بلکہ روحانی رنگ میں بھی دشمنوں پر غالب آنے کے لئے ایک عاجزانہ پکار ہے اور اِس میں خداتعالیٰ کے حضور یہ عرضداشت پیش کی گئی ہے کہ اے ہمارے ربّ! اگر ہمارے اندر تیرے اِس پاک رسول پر ایمان لانے کے نتیجہ میں کوئی تغیّر پیدا نہ ہوا اور کفّار میں اور ہم میں ایک نمایاں روحانی امتیاز اور فرق لوگوں کو محسوس نہ ہوا۔ہمارے اخلاق اور کردار اُن سے بلند نہ ہوئے اور ہمارے معاملات اُن سے بہتر نہ ہوئے تو دنیا ہمیں طعنہ دے گی کہ اِنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو کر کیا فائدہ اٹھایا۔اِن میں تو کوئی بھی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔پس اے خدا تو اپنے فضل سے ہمیں اپنے اندر ایسا نیک تغیّر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے رحم اور کرم کو جذب کرلیں اور کفّار پر ہمیں جسمانی رنگ میں ہی نہیں بلکہ اخلاق اور روحانیت کے لحاظ سے بھی ایک نمایاں تفوق اور غلبہ حاصل ہو جائے اور تیرا دین دنیا کے کناروں تک پھیل جائے۔